قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
ترتیب وتدوین: سید برہان علی۔ حافظ محمد زاہد

سُورۃ الزُّمر

ویسے تو قرآن مجید کا ہر حرف اور ہر لفظ اللہ کا کلام ہونے کے سبب اپنی اپنی جگہ انتہائی اہمیت وعظمت کا حامل ہے' لیکن اپنی افتادِ طبع کے لحاظ سے سورۃ الزمر' سورۃ المؤمن' سورۂ حٰم السجدۃ اور سورۃ الشوریٰ' یہ چاروں سورتیں میری محبوب ترین سورتیں ہیں اور مجھے ان سے ایک خاص قلبی تعلق ہے۔ ان کا موضوع توحیدِ عملی ہے۔

توحید کے دو پہلو اچھی طرح سمجھ لیے جانے چاہئیں۔ ایک ہے توحیدِ علمی' توحیدِ نظری یا توحید فی العقیدہ' یعنی اللہ کو ایک ماننا اور جاننا' اس کی صفات میں کسی کو اس کا ساتھی یا مدمقابل نہ سمجھنا۔ دوسرا پہلو ہے توحیدِ عملی' یعنی انسان اپنی بندگی اور محبت واطاعت کو اللہ کے لیے خالص کر لے۔ اس کو امام ابن تیمیہ ؒ نے ''توحید فی القلب'' سے تعبیر کیا ہے۔ اصل میں یہاں انسان کا ٹیسٹ ہوتا ہے' اس لیے کہ کسی چیز کو ماننا کوئی مشکل بات نہیں' لیکن عملی طور پر اس کو اپنی زندگی میں جاری وساری کر لینا بہت مشکل اور کٹھن کام ہے۔ پھر اس کے بھی دو پہلو ہیں: ایک انفرادی جو انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے اور دوسرا اجتماعی سطح پر کہ یہی عمل (توحیدِ عملی) پوری قوم اختیار کر لے اور ملک کے اندر یہ نظام قائم ہو جائے کہ مطاعِ مطلق اور حاکمِ حقیقی اللہ کی ذات ہو۔ اس تمہید کے تناظر میں سورۃ الزمر کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس کا مضمون انفرادی سطح پر توحیدِ عملی ہے۔ سورۃ کا آغاز ہوتا ہے:

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ﴾

''کتاب کا نزول ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست حکمت والا ہے۔ (اے نبیﷺ!) آپ پر ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے' لہٰذا آپ اللہ ہی کی بندگی کریں دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! دین خالص اللہ ہی کا حق ہے۔''

یہ اس سورت کا مرکزی خیال ہے کہ بندگی کرو اللہ کی' خالص کرتے ہوئے اس کے لیے اپنی اطاعت کو۔

اس کی اطاعت کے تابع تو کسی کی اطاعت ہو سکتی ہے لیکن علی الاطلاق اور اس کی اطاعت سے آزاد ہو کر کسی کی اطاعت کر لی تو یہ شرک ہے' خواہ وہ اطاعت اپنے نفس' قوم' حاکم یا کسی ادارہ ہی کی کیوں نہ ہو۔

آگے مشرکین کے شرک کے حوالے سے ایک خاص بات بیان ہوئی:

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ ﴾

''اور جن لوگوں نے اُس (اللہ) کے سوا دوسروں کو اولیاء بنالیا (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔''

یہ بالکل وہی رویہ ہے جو آج کل مزاروں کے ساتھ ذہنی وقلبی تعلق کا ہے۔ آگے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا جارہا ہے:

﴿قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ⑫ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ⑭﴾

''(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی بندگی اور پرستش کروں دین اور اطاعت کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ اور مجھے حکم ملا ہے کہ سب سے پہلا فرمانبردار میں خود بنوں۔ (اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے کہ مجھے تو خود اندیشہ ہے بڑے دن کے عذاب کا اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پھر کہو کہ میں تو اللہ ہی کی بندگی کرتا ہوں دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔''

مختلف اسلوب سے ایک ہی بات کی تکرار ہو رہی ہے۔ اگلی آیات میں طاغوت سے اجتناب کرنے والوں کے لیے بشارتوں کا ذکر ہوا اور ساتھ ہی ساتھ ان کو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ' عقل مند اور ہوش مند قرار دیا گیا۔ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ⑰ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ⑱﴾

''اور جو لوگ شیطانوں کی پیروی سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لیے خوشخبری ہے۔ سو خوشخبری سنا دو میرے ان بندوں کو جو بات کو اچھی طرح سنتے ہیں اور پھر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔''

آگے فرمایا:

''پھر بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے ربّ کی طرف سے ایک نور پر ہے (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو کفر کی تاریکیوں میں پڑا ہے؟) پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل اللہ کے ذکر سے سخت ہو گئے ہیں۔ یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے' ایک ایسی کتاب جس کی آیات آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں (جب وہ اس کتاب کو پڑھتے یا سنتے ہیں تو) ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر یادِ الٰہی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ یہ ہے اللہ کا ہدایت دینا' وہ اس (کتاب) کے ساتھ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے (اور گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے) اور جس کو اللہ راہ

بھلا دے پھر اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔'' (آیات ۲۲۔۲۳)

آیات ۳۲۔۳۳ میں تکذیب اور تصدیق کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝﴾

''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچ کی تکذیب کرے جب سچ اس کے پاس آجائے؟ تو کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ دوزخ نہیں؟ اور وہ جو سچ لے کر آیا اور سچ کی تصدیق کی' یہی لوگ متقی ہیں۔''

شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے آیت ۳۲ کی تفسیر میں فرمایا: ''اگر نبی نے (معاذ اللہ) جھوٹا خدا کا نام لیا تو اس سے برا کون اور اگر وہ سچا تھا اور تم نے جھٹلایا تو تم سے برا کون؟'' اس طرح ''مَنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ'' اور ''كَذَّبَ بِالصِّدْقِ'' کا مصداق الگ الگ قرار دیا۔

آیت ۳۳ کی تفسیر میں شاہ صاحبؒ نے فرمایا: ''جو سچی بات لے کر آیا وہ نبی اور جس نے سچ کو مانا وہ مؤمن ہے''۔ اس طرح ''جَآءَ بِالصِّدْقِ'' اور ''صَدَّقَ بِهٖٓ'' کا مصداق بھی الگ الگ ہے۔ میرے نزدیک یہ ایک ہی شخصیت کے دو رُخ ہیں۔ یعنی ایک شخص کا اپنا کردار بھی سچائی پر مبنی ہے اور جہاں کہیں اس کے سامنے سچائی آتی ہے' وہ فوراً اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

آیت ۳۶ اور ۳۸ کے دو فقرے ایسے ہیں' جو مراقبہ کے لائق ہیں' یعنی ان کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے اور بار بار انہیں تازہ کرتے رہنا چاہیے۔ فرمایا: ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ ''کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں؟'' اور ﴿قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝﴾ ''(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے: میرے لیے میرا اللہ کافی ہے' اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے۔''

جو شخص واقعتاً اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے تو پھر اسے یقین رکھنا چاہیے کہ میرے لیے صرف اللہ کافی ہے۔ وسائل و ذرائع پر انحصار کرنا ایک علیحدہ بات ہے' لیکن وہ کبھی یہ نہ سمجھے کہ میں بے یار و مددگار ہوں۔ اس کا انحصار اور دار و مدار صرف اللہ کی ذات پر ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا اللہ کے ساتھ قلبی تعلق گہرا نہیں ہے۔

اس سورۃ کی آیت ۵۳ توبہ کے موضوع پر قرآن حکیم کی عظیم ترین آیت ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

''(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخشنے کا اختیار رکھتا ہے۔ بے شک وہ تو بخشنے والا' رحم کرنے والا ہے۔''

اس سورۂ مبارکہ کا آخری حصہ خصوصی طور پر توحید فی العبادت کے ضمن میں نہ صرف اس سورۃ بلکہ پورے قرآن مجید کا ذروۃ السنام (climax) ہے۔ بڑے تیکھے انداز میں ارشاد ہو رہا ہے:

﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾﴾

''(اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ اے جاہلو' کیا تم مجھے مشورہ دے رہے ہو کہ میں بھی اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے لگوں؟ اور (اے نبیؐ!) ہم آپ کو بھی یہ وحی کر چکے ہیں اور آپ سے پہلے والوں کو بھی کہ (بالفرض) اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ بھی خسارہ پانے والوں میں ہو جائیں گے۔ بلکہ آپ اللہ ہی کی بندگی کریں اور شکر گزار بندے بن کر رہیں۔''

آیات ۶۷ سے سورۃ کے آخر تک قیامت اور جنّت و جہنم کی منظر کشی کی گئی ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ کی ایک مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ پھر صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں گے' پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو بعث بعد الموت ہوگا اور زمین اپنے ربّ کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ پھر اعمال نامے رکھے جائیں گے' انبیاء اور شہداء آئیں گے اور پھر فیصلہ کیا جائے گا۔ کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اور متقی مؤمنین کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو وہ کہیں گے:

﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾﴾

''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں وارث بنایا جنت کی زمین کا کہ ہم جہاں چاہیں گھر بنائیں۔ سو کیا خوب بدلہ ہے محنت کرنے والوں کا!''

جب اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کے فیصلے ہو جائیں گے تو اہل جنت دیکھیں گے کہ فرشتے اللہ کے عرش کے گرد چکّر لگا رہے ہوں گے اس کی تسبیح اور حمد کرتے ہوئے۔ اور فیصلہ ہو جائے گا ان کے درمیان حق کے ساتھ اور وہ یہی کہتے ہیں کہ کُل حمد اس اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے۔

سُورۃ المؤمن

اب وہ سات سورتیں آ رہی ہیں جنہیں ہم ''حوامیم'' یعنی حٰمٓ سیریز کی سورتیں کہتے ہیں۔ ان سب کی ابتدا ''حٰمٓ'' کے حروفِ مقطعات سے ہو رہی ہے۔ صرف سورۃ الشوریٰ میں ''حٰمٓ'' کے ساتھ ''عٓسٓقٓ'' کا اضافہ ہے۔ سورۃ المؤمن نو رکوعوں پر مشتمل ہے۔ اللہ کی چار بڑی پیاری شانوں کے ساتھ اس سورۃ کا آغاز ہوا ہے:

﴿حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٢﴾ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿٣﴾﴾

''ح م' نزول ہے اس کتاب کا اللہ کی جانب سے جو زبردست ہے' سب کچھ جاننے والا ہے۔ گناہ کا بخشنے

والا، توبہ کا قبول فرمانے والا، سخت عذاب دینے والا اور بڑی مقدرت اور قوت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹنا ہے۔"

سورۃ الزمر کے آخری حصے میں فرشتوں کا ذکر آیا تھا کہ وہ اللہ کے عرش کے گرداگرد چکر لگا رہے ہوں گے اس کی تسبیح وتحمید کرتے ہوئے۔ یہاں آیات ۷ تا ۹ میں اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ وہ فرشتے اللہ کی حمد کے ساتھ ساتھ اہلِ ایمان کے لیے استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔ جنت میں ان کے داخلے کی دعا کرتے ہیں اور جہنم کے عذاب اور برائیوں سے بچا لینے کی درخواست بھی کرتے ہیں۔

آگے آیت ۱۱ میں اہلِ جہنم کی فریاد نقل کی گئی ہے جو علمی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ فرمایا:

﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴿۱۱﴾﴾

"وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار، تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا، پس ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا، تو کیا اب یہاں سے نکلنے کا بھی کوئی راستہ ہے؟"

اب یہ جو دو زندگیوں اور دو موتوں والی بات ہے یہ بہت بڑا علمی مسئلہ ہے، اس پر میں نے ایک مضمون "حقیقتِ زندگی" کے عنوان سے لکھا تھا۔ اس مسئلہ کو سمجھ لیجیے۔ انسان کی پہلی تخلیق ارواح کی شکل میں عالمِ امر یا عالم ارواح میں ہوئی۔ یہی وہ پہلی زندگی ہے جس میں ارواحِ انسانیہ نے اللہ سے "عہدِ الست" کیا ہے۔ اس کے بعد ان ارواح کو سلا دیا گیا، یہ پہلی موت ہے۔ پھر ہمارا احیا ہوا اور اس دنیا میں آمد ہوئی، اب پھر موت آئے گی اور اس کے بعد آخرت کی زندگی ہوگی۔ اس طرح دو احیاء اور دو اموات ہیں۔ اپنی نشانیوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان سے سبق صرف وہی شخص لیتا ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

آگے فرمایا: ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴿۱۴﴾﴾ "اور پکارو اللہ کو اسی کے لیے دین کو خالص کر کے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو"۔ یہ بات سورۃ الزمر میں بھی کئی اسلوب سے آئی تھی۔ اب اس سورۃ میں بھی اس کا تذکرہ کر کے توحید عملی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ عبادت کا دوسرا رُخ چونکہ دعا ہے اس لیے اس سورۃ میں دعا پر زیادہ زور ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کا بہت اہم مضمون جس سے مجھے خصوصی محبت ہے، وہ مومنِ آلِ فرعون کی ایک تقریر ہے۔ آیات ۲۳ تا ۲۷ میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کا ابتدائی تذکرہ ہے تاکہ پس منظر ذرا واضح ہو جائے اور پھر اس مومن آلِ فرعون کی تقریر نقل کی گئی ہے۔ پس منظر یہ ہے کہ جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت ایک آندھی کی سی شکل اختیار کر رہی ہے تو فرعون نے موسیٰؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اُس وقت تک آپؑ کی دعوت کافی پھیل چکی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فرعون کے خاندان کی ایک بڑی شخصیت بھی ایمان لا چکی تھی، لیکن اُس نے اپنے ایمان کو تا حال چھپا رکھا تھا۔ جب فرعون نے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی قرارداد پیش کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "میں پناہ میں آتا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی ہر غرور کرنے والے سے جو حساب کے دن پر یقین نہ رکھے"۔ اس کے بعد مؤمن آلِ فرعون کھڑے ہوئے اور ایک نہایت جامع اور فصیح و بلیغ تقریر

کی۔ پورے قرآن مجید میں کسی رسول کی بھی اس قدر طویل تقریر نقل نہیں ہوئی ہے جتنی اس مؤمن آل فرعون کی ہوئی ہے۔ انہوں نے دورانِ خطاب کہا:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾﴾

''(ہوش میں آؤ!) کیا تم اس شخص کو صرف اس جرم میں قتل کرنے کے درپے ہو کہ یہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لے کر آیا ہے۔ اور اگر یہ جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال اسی پر ہوگا اور اگر یہ سچا ہے تو تم کو وہ عذاب پہنچے گا جس سے یہ تمہیں خبردار کرتا ہے۔ یقیناً اللہ راہ یاب نہیں کرتا ان لوگوں کو جو حد سے تجاوز کرنے والے اور جھوٹے ہیں۔''

یہ وہی الفاظ ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس وقت کہے جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ پر دست درازی کی تھی۔

اس کے بعد اس مؤمن آل فرعون نے لوگوں کو اللہ کے اُس عذاب سے بھی خبردار کیا جو پہلی قوموں مثلاً قومِ نوح، قومِ عاد اور قومِ ثمود پر آ چکا ہے اور دنیا کے عذاب کے علاوہ قیامت کے عذاب سے بھی خبردار کیا۔ مؤمنِ آلِ فرعون نے ان کو بتایا کہ آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم اسے ذہن نشین کر لو اور اگر آج تم نے میری بات نہ مانی تو ایک وقت آئے گا کہ تمہارے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ (آیات ۲۸ تا۴۴)

آیت ۶۰ اس سورت کے مرکزی مضمون کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾﴾

''اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے، بہت ہی ذلیل وخوار ہو کر۔''

درحقیقت دُعا ہی عبادت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) (ترمذی) اور اللہ سے دعا نہ کرنا ہی تکبر ہے۔ یہاں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

آیت ۶۵ اور ۶۶ میں وہی مضمون ہے جو پچھلی سورت میں بیان ہوا۔ فرمایا:

''وہ (اللہ) زندہ جاوید ہستی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس اُسی کو پکارو بندگی اور دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ کُل حمد وتعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ (اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے کہ مجھے تو منع کر دیا گیا ہے ان کی بندگی اور پرستش سے جنہیں تم پکارتے ہو اللہ کے سوا، جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے نشانیاں آ چکی ہیں، اور مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کے سامنے سرِ تسلیم خم کروں۔''

سُورۂ حٰم السّجدۃ

یہ سورۂ مبارکہ چھ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ اس کا زمانۂ نزول حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے پہلے کا ہے۔ روایت ہے کہ ایک روز کچھ سردارانِ قریش مسجدِ حرام میں جمع تھے اور مسلمانوں کی تعداد میں روزافزوں اضافہ سے پریشان تھے۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک گوشہ میں تنہا تشریف فرما تھے۔ چنانچہ عتبہ بن ربیعہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے آپؐ کے پاس کچھ نصیحتیں کرنے کے ارادے سے پہنچا تا کہ آپؐ کو اپنے مشن سے باز آ جانے پر آمادہ کیا جا سکے۔ اس نے آپ سے کہا کہ دیکھو تم ایک اعلیٰ خاندان کے فرد ہو مگر تم نے اپنے پورے قبیلہ اور قوم کو اپنی دعوت کی وجہ سے تفرقہ میں مبتلا کر دیا ہے اور ساری قوم کو بے وقوف ٹھہرایا ہے۔ تمہاری باتوں سے تو یہ بھی لگتا ہے کہ ہم سب کے باپ دادا کافر تھے۔ میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس کام سے اگر تمہارے کوئی خاص مقاصد ہیں تو ہم وہ پورا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ تمہیں مال چاہیے تو وہ تمہیں مل جائے گا' بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں' بادشاہت چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی بیماری لاحق ہے یا تم پر کوئی جن آتا ہے (معاذ اللہ' نقل کفر کفر نہ باشد) تو ہم اپنے خرچ پر تمہارا بہترین علاج کرا دیتے ہیں' لیکن یہ کام چھوڑ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمام تقریر کے جواب میں اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت فرمائی اور عتبہ سے کہا کہ تم نے میرا جواب سن لیا! عتبہ جب اپنے ساتھیوں کی طرف واپس روانہ ہوا تو اس کا چہرہ متغیّر تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے ایسا کلام سنا ہے جو خدا کی قسم' نہ شعر ہے' نہ سحر اور نہ کہانت۔ میری بات مانو تو اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو' یہ کلام کچھ نہ کچھ رنگ لا کر رہے گا۔ اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو وہ اس سے خود نمٹ لیں گے اور تم اپنے بھائی پر ہاتھ اٹھانے سے بچ جاؤ گے' لیکن اگر وہ اہلِ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہی اور عزت تمہاری ہی بادشاہی اور عزّت ہو گی۔

سورۂ مبارکہ کا آغاز ہوتا ہے:

﴿حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٣
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝٤﴾

''ح م' اس قرآن کا نزول اُس ہستی کی طرف سے ہے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں ایک قرآنِ عربی کی صورت میں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ (یہ قرآن) بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے' مگر ان لوگوں میں سے اکثر نے اس سے اعراض کیا گویا کہ وہ سنتے ہی نہیں۔''

آگے فرمایا کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ ''جس چیز کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں اس کے لیے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں' ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب حائل ہو گیا

ہے''۔اس کا جواب دیا گیا کہ تم خواہ اپنی آنکھیں اور کان بند کرلو اور دلوں پر غلاف چڑھا لو مگر جان رکھو کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے' لہٰذا تم سیدھے اسی کا رخ اختیار کرو اور اس سے معافی چاہو۔ آگے آیت ۱۳ میں ارشاد ہوا کہ اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو ان سے کہہ دیجیے کہ میں تم کو اسی طرح کے اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے خبردار کرتا ہوں' جیسا کہ عاد و ثمود پر آیا تھا۔ آیات ۲۰'۲۱ میں فرمایا کہ قیامت کے روز جب لوگوں کا محاسبہ ہوگا تو ان کے کان' آنکھیں اور کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔

آیت ۲۶ میں کفار کا ایک قول نقل ہوا ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۝۲۶﴾

''اور کہنے لگے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہ سنا کرو اس قرآن کو اور (جب یہ سنایا جائے تو) اس میں خلل ڈالو تاکہ تم غالب آ جاؤ۔''

کفار کی نبی کریم ﷺ سے کوئی ذاتی رنجش نہیں تھی' ان کی اصل عداوت اور دشمنی قرآن مجید سے تھی۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کرلیا تھا کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو مبادا اس کا اثر تمہارے دلوں تک پہنچ جائے اور تم اپنے باپ دادا کے دین سے پھر جاؤ۔ یعنی کفار بھی یہ مانتے تھے کہ اس قرآن کی تاثیر سے قلوب تبدیل ہوتے چلے جائیں گے۔

آیت ۳۰ سے ۳۶ تک سات آیات ہمارے منتخب نصاب میں شامل ہیں۔ یہ آیات ذاتی سطح پر عبادت' توحید فی العبادت اور اخلاص فی العبادت کے اعتبار سے بہت اہم ہیں۔ فرمایا:

''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر جم گئے تو ان پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ خوف کھاؤ اور نہ غم کو قریب آنے دو اور خوشخبری سنو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم ہیں تمہارے ساتھی دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی' اور تمہارے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کی خواہش تمہارے دل میں ہو اور تمہیں وہاں سب کچھ ملے گا جو تم مانگو گے۔ یہ مہمانی ہے غفور رحیم کی طرف سے۔ اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں۔ تم بدی کو اُس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو' پھر تم دیکھو گے کہ وہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی' وہ تمہارا دوست اور قرابت والا بن جائے گا۔ اور اس مقام تک صرف وہ پہنچتے ہیں جن میں صبر کا مادہ ہے' اور اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے مگر بڑے نصیب والے۔ اور اگر تمہیں شیطان کی طرف وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو' وہ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔'' (آیات ۳۰۔۳۶)

آخر میں اللہ ربّ العزت نے اپنی نشانیوں کے حوالے سے بتایا:

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۵۳﴾

''ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں بھی اور انفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر واضح

ہو جائے کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ آپ کا ربّ ہر چیز کا شاہد ہے۔''

اس میں غالباً اشارہ ہے سائنسی ترقی کی جانب۔ سائنسی علوم میں جتنی بھی ترقی اور ارتقا آج تک ہوا ہے اس حوالہ سے ایک بھی ایسی حقیقت اب تک سامنے نہیں آئی جس سے قرآن کی بتائی ہوئی کوئی بات غلط ثابت ہوئی ہو۔ اس کے برعکس جیسے جیسے علم انسانی آگے بڑھ رہا ہے قرآن مجید کی حقانیت مزید مبرہن ہوتی چلی جا رہی ہے۔

سُورۃ الشُّورٰی

پانچ رکوعوں پر مشتمل یہ سورۂ مبارکہ اپنے مضامین کے لحاظ سے سورۂ حٰم السجدۃ کا تتمہ محسوس ہوتی ہے' اس لیے کہ آغازِ کلام کے انداز سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اس کے پس منظر میں وہ چہ میگوئیاں ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی دعوت اور قرآن حکیم کے مضامین کے حوالہ سے پورے مکہ میں ہو رہی تھیں۔ اس سورہ میں بہت سے اہم مقامات ہیں۔ آیات ۱۳ تا ۱۵ میں توحید فی العبادہ اور اخلاص فی العبادہ کا معاملہ جو اجتماعی سطح پر ہونا چاہیے' بیان ہوا ہے:

''(اے نبی ﷺ!) آپ کے لیے (اللہ تعالیٰ نے) دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کی وصیت حضرت نوح علیہ السلام کو کی گئی تھی' اور جو آپ کی جانب ہم نے وحی کی ہے اور جس کی ہدایت ہم نے کی تھی حضرات ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کہ دین (جو ہم نے دیا ہے اس) کو قائم کرو (یہ بات یاد رکھیں کہ دین نہ تو کسی ریسرچ یا تحقیق کے لیے آیا ہے نہ ہی تصنیف و تالیف کے لیے' بلکہ اس کی غرض و غایت تو یہ ہے کہ یہ قائم ہو) اور اس کے بارے میں کسی تفرقہ میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ یہ بات مشرکین کے لیے بڑی بھاری اور ناگوار ہے جس کی طرف آپ ان کو دعوت دے رہے ہیں (یعنی اجتماعی سطح پر پورا نظام توحید پر قائم ہو جائے۔ یہ تو ان کے لیے پروانہ موت سے کم نہیں جس کو یہ ہرگز گوارا نہیں کریں گے۔) اللہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جس کو چاہے اور جو کوئی اس کی جانب رخ کرتا ہے اسے وہ ضرور ہدایت دیتا ہے۔ اور لوگوں نے جو تفرقہ ڈالا وہ اس کے بعد ڈالا کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا' یہ تو صرف آپس کی ضدم ضدا ہے۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک وقت مقرر تک کے لیے بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور جو لوگ ان کے بعد (اللہ کی) کتاب کے وارث ہوئے وہ اس کی طرف سے شبہ کی الجھن میں ہیں۔ تو (اے محمد ﷺ!) آپ اس کی دعوت دیتے رہیے اور ڈٹے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے' اور اعلان کر دیجیے کہ میں تو ایمان رکھتا ہوں اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی ہے' اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔ اللہ ہی ہمارا ربّ ہے اور تمہارا بھی۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں۔ ایک دن آنے والا ہے جب اللہ ہمیں جمع کرے گا اور بالآخر اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔'' (آیات ۱۳ تا ۱۵)

رزق کے حوالے سے اس سورۃ میں دو آیات (۱۹ اور ۲۷) ہیں۔ ارشاد ہوا: ﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ⑲﴾ ''اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جس کو چاہتا ہے (وسیع) رزق دیتا ہے' اور وہ زور والا اور زبردست ہے''۔ آیت ۲۷ میں فرمایا: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ

﴿وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٧﴾﴾ ''اور اگر اللہ اپنے (تمام) بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین میں فساد کرنے لگتے۔ لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے''۔ اگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ سب زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے اور دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جاتا۔ امیر اور غریب کا یہ فرق ہی اس نظام کی بقا ہے۔

آیات ۲۸ سے ۳۵ تک' اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اگلی آیات (۳۶ تا ۳۹) میں مؤمنین کی صفات کو بیان کیا۔ فرمایا:

''جو کچھ تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے' اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی' وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آ جائے تو درگزر کرتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' اپنے معاملات مشورے سے چلاتے ہیں' اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں' اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔'' (آیات ۳۶ تا ۳۹)

آیات ۴۰ تا ۴۳ میں ظلم و زیادتی پر انتقام لینے کی اجازت دی گئی جبکہ معاف اور درگزر کرنے کو بڑی ہمت کا کام قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا:

''اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے' مگر جو درگزر کرے اور (معاملے کو) درست کرے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمے ہے۔ یقیناً اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اگر بدلہ لے لے وہ شخص جس پر ظلم ہوا ہے تو ایسے شخص پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دہ عذاب ہوگا۔ اور جو صبر کرے اور (قصور) معاف کر دے تو یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''

آیات ۴۹ اور ۵۰ میں اس حقیقت کو بیان کر دیا گیا کہ اولاد اور بیٹا بیٹی دینا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ فرمایا:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾﴾

''تمام بادشاہت اللہ ہی کی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی۔ وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ یا کسی کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے' اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ یقیناً وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔''

مجھے اس سورۂ مبارکہ (سورۃ الشوریٰ) سے انتہائی تعلق خاطر ہے اور میری نگاہ میں مدنی سورتوں میں جو مقام سورۃ الحدید کا ہے' مکی سورتوں میں وہی مقام سورۃ الشوریٰ کا ہے۔